حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

۱۵ھ ——————— ۹۴ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۲)

افتاء | علوم شریعت اور فقہ اسلامی میں عمیق دسترس اور کامل مہارت کو دیکھ کر لوگ پیش آمدہ مسائل میں فتوے طلب کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے ۔ آپ نے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا جسے بڑا مستند اور لائق اعتماد سمجھا جاتا تھا ۔ اس عہد کے بعد تو یہ شعبہ گویا آپ سے ہی مخصوص ہو کر رہ گیا تھا ۔ ابن سعد لکھتے ہیں ۔

کان رأس من بالمدینۃ فی دھرہ	آپ اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے رئیس اور
والمقدم علیھم فی الفتویٰ	شعبۂ افتاء میں ان سب پر مقدم تھے [۱]

امام موصوف پر اعتماد کا یہ حال تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے کوئی حل طلب مشکل مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے سعید سے پوچھو انہیں صالحین کی رفاقت اور ان سے صحبت کا شرف حاصل رہا ہے [۲]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تو آپ سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا کرتے تھے ۔ اور آپ کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ ایک دفعہ کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے کسی شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا وہ آپ کو بلا لایا ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دیکھتے ہی معذرت کرنے لگے کہ میں نے آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہیں دی تھی یہ قاصد سے غلطی ہوئی ہے ۔ میں نے تو صرف آپ سے مسئلہ دریافت کرانے کے لئے کہا تھا [۳] یہی حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے مدینہ منورہ کا ہر عالم اپنا علم لے کر میرے پاس آتا ہے مگر سعید بن مسیب کبھی نہیں آئے ۔ میں ان کے علم کو اپنے پاس لانے کی خود سعی کرتا ہوں [۴]

تعبیر خواب | علوم شریعت میں تفوق و برتری کے ساتھ ساتھ علم تعبیر رؤیا میں بھی آپ کو خاصہ

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۹۰/ج ۵ [۲] ایضاً ص ۱۰۴/ج ۵ [۳] ایضاً ص ۹/ج ۵ [۴] ایضاً ص ۹۰/ج ۵

درک تھا۔ خواب کا ایسا محیر العقول مطلب بیان کرتے تھے کہ بظاہر اس میں اور خواب میں کوئی وجہ مطابقت نہیں نظر آسکتی تھی۔ مگر تعبیر وہی ظاہر ہوتی جو آپ بیان فرماتے تھے۔ یہ فن آپ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضؓ سے اور انہوں نے اپنے والد صدیق اکبرؓ سے حاصل کیا تھا۔[1]

چند خواب اور ان کی تعبیر ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ایک شخص نے آپ سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھ میں پیشاب کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو۔ تمہارے نکاح میں کوئی ایسی عورت ہے جس سے تمہارا نکاح کسی صورت جائز نہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی اس کے نکاح میں ایسی عورت تھی جو بوجہ رضاع اس پر حرام تھی۔[2]

(۲) ایک شخص نے خواب دیکھا کہ عبدالملک نے چار دفعہ مسجد نبوی کے محراب میں پیشاب کیا ہے۔ اس نے حضرت سعید سے عرض کیا۔ فرمانے لگے اگر تمہارا یہ خواب صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالملک کی پشت سے چار خلیفے پیدا ہوں گے۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ یہ خواب خود عبدالملک نے دیکھا کہ اس نے مسجد کے چاروں کونوں میں چار دفعہ پیشاب کیا ہے، اس نے اس کی تعبیر حضرت سعید سے پچھوا بھیجی تو آپ نے فرمایا اس کے چار بیٹے مسند خلافت پر بیٹھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے چار لڑکے ولید، سلیمان، ہشام اور یزید یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔[4]

(۳) کسی نے پوچھا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتری مسجد کے مینار پر بیٹھی ہے، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاج بن یوسف، عبداللہ بن جعفر کی بیٹی سے شادی کرے گا۔[5]

یہی خواب تعبیر رؤیا کے ایک خاص ماہر امام ابن سیرین سے کسی نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ میں نے ایک سفید رنگ کی حسین و جمیل کبوتری مسجد کے کنگرے پر بیٹھی دیکھی۔ اس پر ایک باز جھپٹا اور اپنے پنجوں میں دبوچ کر اڑ گیا۔ امام موصوف نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ حجاج، عبداللہ بن جعفر کی صاحبزادی سے شادی کرے گا۔ جب حجاج نے اس لڑکی سے شادی کر لی تو کسی نے امام صاحب سے پوچھا آپ نے اس خواب سے یہ نتیجہ کیسے نکالا۔ بولے سفید

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۲ ج ۵ [2] ایضاً ص ۹۲ ج ۷ [3] ایضاً ص ۹۱ ج ۵ [4] شذرات الذہب ص ۹۷ ج ۱ [5] طبقات ابن سعد ص ۹۲ ج ۵

کبوتری سے حسین و جمیل عورت اور کنگرے سے شرافت نسب مراد ہے۔ میں نے مدینہ طیبہ میں عبداللہ کی بیٹی سے زیادہ حسین اور شریف النسب کوئی عورت نہیں دیکھی۔ اور باز سے ظالم بادشاہ مراد ہے اور حجاج سے بڑھ کر زیادہ ظالم کوئی دیکھنے میں نہیں آیا۔[1]

(۴) ایک شخص نے کہا میں نے نیند میں اپنے آپ کو آگ میں گھستے دیکھا ہے آپ نے فرمایا اگر یہ صحیح ہے تو تم سمندر میں داخل ہوگے اور تمہاری موت بذریعہ قتل ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسے سمندری سفر پیش آیا جس سے وہ بمشکل بچا اور بالآخر قدیہ کی جنگ میں مارا گیا۔[2]

(۵) ایک شخص نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک زبحرا بھاگا آ رہا ہے اور کہہ رہا ہے ذبح کرو ذبح کرو۔ ایک آواز آئی ذبح کر دیا ہے۔ آپ نے کہا سمجھو کہ ابن صلاء مر گیا ہے اس پر کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اطلاع آئی کہ ابن صلاء مر گیا ہے ابن صلاء اہل مدینہ کا غلام تھا جو حکام کے پاس لوگوں کی چغلی کھایا کرتا تھا اور بلاوجہ ان کو پریشان کیا کرتا تھا۔[3]

(۶) حصین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ خواہش کے باوجود میرے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ میری گود میں انڈے پڑے ہیں۔ میں نے حضرت سعید سے عرض کیا بولے مرغی زیادہ تر عجم میں پائی جاتی ہے اس لئے تم عجم میں شادی کا بندوبست کرو چنانچہ میں نے عجم سے ایک لونڈی خریدی جس سے میرے گھر اولاد ہوئی۔[4]

(۷) ایک شخص نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبدالملک بن مروان کو منہ کے بل گرا کر اس کی پیٹھ میں چار میخیں ٹھونک دی ہیں آپ نے فرمایا یہ خواب تم نے نہیں دیکھا وہ بولا کیوں نہیں۔ میں نے ہی دیکھا ہے آپ نے کہا جب تک سچ سچ نہ کہو گے میں اس کی تعبیر نہیں بتاؤں گا۔ بولا یہ عبداللہ بن زبیر نے دیکھا ہے اور اسی نے مجھے تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا ہے۔ فرمانے لگے اگر ان کا یہ خواب درست ہے تو عبدالملک انہیں قتل کر دے گا اور اس کی پشت سے چار خلیفے پیدا ہوں گے۔[5]

عموماً آپ کی عادت تھی جب کوئی آپ سے خواب بیان کرتا تو فرماتے تم نے اچھا خواب دیکھا ہے آپ کا کہنا ہے خواب میں چھوہارا دیکھنے سے ہر حال میں اور خرما تر دیکھنے سے کھجور کی کٹائی کے وقت

[1] شذرات الذہب ص ۱۹ ج ۱ [2] طبقات ابن سعد ص ۹۲ ج ۵ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ص ۹۱ ج ۵۔

میں کشادگی رزق مراد ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کی آخری مدت چالیس سال ہے۔ اور پاؤں میں بیڑی دیکھنا دین میں استحکام اور ثابت قدمی کی علامت ہے۔

عبادت | عبادت و ذکر الٰہی سے آپ کو بے حد رغبت اور محبت تھی، اگر دنیا میں ان کے لئے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک مہیا کرنے والی کوئی چیز تھی تو وہ یہی عبادت و مناجات تھی، گھنٹوں اور پہر دل ذکر و فکر میں مشغول رہنا آپ کا معمول تھا، سخت مصیبت اور ابتلاء کے وقت بھی اس معمول میں فرق نہیں آتا تھا۔

شب خیزی | رات کی عبادت سے خصوصی شغف اور لگاؤ تھا۔ رات آتی تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے،

قومی یا ماوی کل شر والذی لا و غنک	اے ہر برائی کے سرچشمہ اٹھ! بخدا! میں تجھے
تزحفین زحف البعیر فکان یصبح	اس اونٹ کی طرح کر چھوڑوں گا جو بھاری بوجھ
وقد ماه فتنفخان فیقول لنفسه	اور کثرت سفر کی وجہ سے تھک کر چور ہو جاتا ہے
بذا امرت و لذا خلقت[۱]	اور چلنے کے قابل نہیں رہتا، پھر رات بھر نماز میں
	کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے
	صبح کو اپنے نفس سے خطاب کر کے فرماتے تجھے
	یہی حکم ہے اور اسی کے لئے تو پیدا ہوا ہے،

شب بیداری اور رات کی نماز کے ذوق و شوق کی انتہا یہ ہے کہ متواتر پچاس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی[۲]۔

نماز باجماعت کا اہتمام | آپ نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے، اس کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ سالہا سال تک ایک مرتبہ بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہے، خود فرماتے ہیں چالیس سال سے میرا معمول ہے کہ ایک فرض نماز بھی میں نے جماعت کے بغیر نہیں پڑھی، تیس سال سے تو یہ عادت ہے کہ میں اذان سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ جاتا ہوں[۳]۔ ایک روایت میں ہے پچاس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے تکبیر اُولے

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۴۲ ج ۵ اردو ایڈیشن، [۲] طبقات کبری للشعرانی ص ۲۶ ج ۱، [۳] صفۃ الصفوۃ ص ۴۴ ج ۲، طبقات کبری شعرانی ص ۲۶ ج ۱، [۴] طبقات کبری ص ۲۶ ج ۱

فوت نہیں ہوئی اور نہ ہی میں نے جماعت میں کبھی کسی کی پیٹھ دیکھی ہے (یعنی ہمیشہ پہلی صف میں جگہ لی ہے)[1]

جماعت کی پابندی آپ نے اس وقت بھی نہیں چھوڑی جب ولید اور سلیمان پسران عبدالملک کی بیعت کا معاملہ درپیش تھا اور خلیفہ نے بجز بیعت لینے کے لئے حاکم شہر کو ہر طرح کے تشدد کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ فقہائے مدینہ نے جو جانتے تھے کہ انکار کی صورت میں آپ کا مبتلائے مصیبت ہونا یقینی ہے، اس ابتلاء سے بچانے کے لئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ چند دن کے لئے مسجد میں آنا بند کر دیں، گورنر آپ کو موجود نہ پاکر خواہ مخواہ گھر سے بلانے پر اصرار نہیں کرے گا۔ مگر آپ نے یہ تجویز یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ میں مؤذن کی آواز حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح سن کر گھر میں نہیں بیٹھ سکتا، چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور گورنر کے اصرار کے باوجود بیعت سے انکار کے جرم میں پچاس بید کی سزا بطیب خاطر قبول کرلی[2] مسجد میں نماز پڑھنا آپ نے اس وقت بھی نہیں چھوڑا۔ جب حرہ کی لڑائی میں شامی فوجوں نے مدینہ طیبہ میں تین دن تک اس قدر قتل و غارت کا بازار گرم کیا کہ لوگ جان کے خوف سے گھروں میں دبکے پڑے تھے اور کوئی باہر نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا تمام مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ صرف حضرت سعید بن مسیب ہی واحد شخص تھے جنہوں نے اس فتنہ عظیم میں بھی مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑا نماز کے وقت حجرۂ مقدسہ سے ایک غیر مفہوم آواز سنتے جو اذان کا کام دیتی اور تکبیر کہہ کر نماز پڑھ لیتے تھے[3]

روزہ روزہ سے بھی آپکو بڑی رغبت تھی۔ بھلا اس عبادت سے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال سے تعبیر فرمایا ہے (الصوم جنۃ) آپ کیسے بے التفاتی کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ ایام تشریق اور عیدین کو چھوڑ کر باقی سارا سال روزہ رکھتے تھے[4]۔ مگر آپ کے تورع اور احتیاط کا یہ حال تھا کہ گھر سے شربت یا پانی منگوا کر روزہ کھولتے تھے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں جو شربت وغیرہ مسجد میں لایا جاتا ہے اس سے روزہ افطار نہیں کرتے تھے اگر کسی وقت گھر سے کوئی چیز نہ آتی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد گھر جاکر ہی پانی پیتے[5]۔

حج حج سے آپکی دلبستگی اور محبت بھی کسی دوسری عبادت سے کم نہیں ہے، تقریباً ہر سال[6] کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، صرف اسی صورت میں آپ سے حج فوت ہوتا تھا جب حکومت وقت آپ پر کسی طرح کی پابندی لگا دیتی تھی۔ ابن العماد حنبلی نے آپ کے حج کی تعداد چالیس تک گنوائی ہے[7]۔

---

۱ شذرات ص ۱۰۳ ج ۱، ۲ ابن خلکان ص ۲۰۷ ج ۱، ۳ شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱، ۴ صفۃ الصفوۃ ص ۴۰ ج ۲، ۵ طبقات ابن سعد ص ۱۹۲ ج ۵، ۶ طبقات ص ۱۹۲ ج ۵، ۷ شذرات ص ۱۰۳ ج ۱

زہد و تورع | آپ بہت بڑے پرہیزگار اور حد درجہ متورع تھے کسی ایسی چیز کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے جس کی حلت میں ذرا بھی شک و تردد کو دخل ہوتا تھا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

كان سعيد من اورع الناس فيما يدخل بطنه وبيته وكان من ازهد الناس في فضول الدنيا والكلام فيما لا يعني[۱]

امام سعید سب سے بڑے پرہیزگار تھے۔ اپنے پیٹ اور گھر میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں کرتے تھے جس کی حلت محل تامل ہوتی تھی۔ دنیا کی فضولیات اور بے فائدہ کلام سے بہت بے رغبت تھے۔

یہ اسی بے مثال زہد اور دنیا سے کمال بے تعلقی کی کرشمہ سازی ہے کہ آپ کسی سے نذرانہ یا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے حتی کہ آپ کو بیت المال سے اپنا حق لینے میں بھی گریز تھا۔ چنانچہ عمران روایت کرتے ہیں کہ بیت المال میں آپ کے حصے کے انتالیس ہزار درہم باقی تھے۔ آپ کو بلایا جاتا مگر آپ انکار کرتے اور فرماتے مجھے ان کی حاجت نہیں تاوقتیکہ اللہ تعالی میرے اور بنو مروان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے[۲]

آپ کے تورع اور احتیاط کی حد یہ ہے کہ مسجد میں آنے والے شربت سے روزہ افطار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ گھر سے پانی یا شربت منگا کر پیتے تھے امام مالک فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ اپنے غلام پر دو اڑھائی آنہ ضائع کرنے کی وجہ سے خفا ہو رہے تھے آپ کے عمزاد بھائی نے سنا اسے انتہائی فقر پر محمول کیا لہذا گھر جاتے ہی چار ہزار روپے کی خطیر رقم آپ کے پاس بھیجدی، مگر آپ نے شکریہ کے ساتھ وہ پوری رقم واپس کر دی اور ایک حبہ بھی اپنے پاس نہیں رکھا[۳]

عمران بن عبداللہ کہتے ہیں آپ کسی سے کوئی درہم و دینار قبول نہیں کرتے تھے حتی کہ آپ دوسروں کے گھر سے پانی پینے سے بھی انکار کر دیتے تھے[۴]

ذریعہ معاش | بیشتر آئمہ دین کی طرح آپ کا بھی ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اس سے آپ کو خاصی آمدنی ہو جاتی تھی جس کی بدولت آپ امراؤ سلاطین کے نذرانوں اور تحائف سے قطعاً بے نیاز تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی کسی کا احسانمند ہونا گوارا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے بازوئے ہمت سے قوت لایموت حاصل کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی زندگی اہل علم کے لئے عبرت آموز اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

---

۱ البدایہ والنہایہ ص ۱۰۱ ج ۹ ۲ طبقات ابن سعد ص ۹۵ ج ۵ ۳ حلیۃ الاولیاء ص ۱۹۶ ج ۲ ۴ ایضاً ص ۱۶۷ ج ۲

کان لا یاخذ العطاء وکانت	آپ بیت المال سے اپنا عطیہ نہیں لیتے تھے۔
لہ بضاعة اربعمائة دینار وکان	بلکہ چارسو دینار (تقریباً ایک ہزار روپیہ) کے
یتجر فی الزیت[1]	سرمایہ سے تیل کا کاروبار کرتے تھے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ آپ سیزن آنے پر زیتون کا تیل اور جانوروں کا چارہ جمع کر لیتے تھے جس سے آپ کو معقول نفع ہو جاتا تھا[2] آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص اپنے جسم کی پرورش، دین کی حفاظت اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے لئے مال جمع نہیں کرتا اس میں کوئی خوبی نہیں[3]

آپ نے اس مقدس اور پاکیزہ تعلیم کا عملی نمونہ اس طرح پیش کیا کہ آپ درس و تدریس، ریاضت عبادت اور ذکر و فکر سے وقت بچا کر کاروبار کیا کرتے تھے، خرید و فروخت کے لئے اکثر بازار جاتے اور کاروباری لوگوں کی طرح اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کسب حلال حاصل کرنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ آپ اس تجارت سے کافی خوشحال ہو گئے تھے اور آپ کا شمار آسودہ حال سرمایہ داروں میں ہوتا تھا چنانچہ جب آپ نے اپنی صاحبزادی کی شادی ایک نادار اور مفلس طالب علم سے کر دی تو خانگی ضروریات پورا کرنے کے لئے پانچ ہزار اور ایک روایت کے مطابق بیس ہزار روپے سے اسکی اعانت فرمائی[4]

آپ کی یہ فیاضی اور دریا دلی، اپنی بیٹی اور داماد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ کے مال سے یگانے اور بیگانے برابر فیضیاب ہوتے تھے۔ مال دنیا جمع کرنے کے متعلق آپ اپنا عذر بارگاہ الٰہی میں ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں۔ پڑھیئے اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش فرمائیے۔

اللھم انک تعلم انی لم امسکہ	خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے یہ مال بخل اور حرص و آز
بخلاً ولا حرصاً علیہ ولا حاجة للدنیا	کے داعیہ سے مجبور ہو کر جمع نہیں کیا اور نہ اسے
ولا نیل شھواتھا انما ارید ان	دنیا کی محبت اور حصول شہوات کا ذریعہ بنایا ہے
اصون بھا وجھی عن بنی	اس سے میری غرض فقط اپنے آپ کو بنو مروان کے
مروان حتی القی اللہ فیحکم فی	ہاں دست سوال دراز کرنے اور اظہار نیازمندی کی
وفیھم وان اصل منہ رحمی،	ذلت سے بچانا ہے حتی کہ میں تجھ سے آملوں اور
واؤدی منہ الحقوق التی فیہ	تو میرے اور ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے

[1] البدایہ ص۱۰۰ ج۹ [2] جامع ترمذی معہ تحفة الاحوذی ص۲۵۳ ج۲ [3] طبقات کبریٰ للشعرانی ص۳۶ ج۱ [4] البدایہ والنہایہ ص۱۰۰ ج۹

واعود منہ علی الارملۃ والفقیر والمسکین والیتیم والجار[۱] نیز اس سے میری غرض یہ ہے کہ میں اس کے ذریعہ اپنے عزیزوں کی خبر گیری کروں اور وہ تمام حقوق ادا کروں جو اس میں میرے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ بے کس فقیروں، مسکینوں لاوارث یتیموں بیواؤں اور عاجز و بے بس پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کروں۔

اللہ اللہ!! کس طرح ایک سچے اور مخلص مسلمان کے دل میں اپنا مال صرف کرنے کے لئے ہر آن اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ موجزن رہتا ہے جو اسے بلا وجہ نہیں ہونے دیتا اور ٹھیک ٹھیک حقوق اور صحیح صحیح مصارف میں خرچ کرنے کے لئے اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

جملہ مسلمانوں کو عموماً اور اہلِ علم کو خصوصاً جو کسبِ حلال کے وسائل اختیار کرنے کی بجائے پوری زندگی دوسروں کے دست نگر اور ان کے پس خوردہ پر انحصار کئے ہوئے ہیں اور اسی طرح علماء کی تضحیک و تذلیل کا سامان فراہم کرتے ہیں، امام موصوف کی زندگی سے سبق اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کا درس حاصل کرنا چاہیئے۔ اللھم اکفنا بحلالک عن حرامک واغننا بفضلک عن من سواک

کفایت شعاری اور مال کی حفاظت

اس قدر سرمایہ دار اور فارغ البال ہونے کے باوجود آپ ہمیشہ سادہ اور کفایت شعاری کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ پرتکلف خوراک اور قیمتی لباس میں مال صرف کرنے سے اجتناب فرمایا کرتے تھے اور اس کا التزام ساری زندگی رہا۔ چنانچہ ابوامیہ اسلم فرماتے ہیں۔

> جب ایک دفعہ حاکم مدینہ ہشام بن اسماعیل نے آپ کو قید کر دیا تو آپ کی صاحبزادی نے آپ کے لئے بڑا پرتکلف کھانا تیار کیا اور کافی مقدار میں جیل بھجوایا۔ یہ دیکھ کر آپ نے مجھے بلایا اور کہا گھر جاؤ اور میری بیٹی سے کہو آئندہ اس قسم کا کھانا مت بھیجے، ہشام کی یہی تو خواہش ہے کہ میرا مال ہلاک ہو جائے اور میں اس کا دست نگر اور نیاز مند بن جاؤں معلوم نہیں قید سے کب نجات ملے اور دوبارہ کاروبار کرنے کے کب لائق ہو سکوں۔ لہذا مجھے وہی سادہ اور معمولی کھانا بھیجا کرے جو میں ہمیشہ گھر پر کھایا کرتا تھا اس کے بعد جبتک آپ جیل میں رہے آپ کی ہدایت کے مطابق معمولی اور سادہ کھانا ہی بھیجا جاتا تھا[۲]

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۰۱ [۲] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۹۴

خودداری اور استقلال | جو چیز آپ میں دوسرے بہت سے ہمعصروں کی نسبت امتیازی نظر آتی ہے، آپ کی بے مثال خودداری اور بے نظیر استقلال ہے جس کی بہت بڑی مقدار آپ کی طبیعت میں موجود تھی۔ تلون مزاجی اور ہر چڑھتے سورج کی پرستش سے آپ کو انتہائی نفرت تھی۔ جسے آپ کے غیور مزاج نے کبھی پسند نہیں کیا۔ جو طریقہ اپنے لیئے اختیار کیا اس پر چٹان کی طرح جم گئے۔ پھر اس کے خلاف دنیا کی کوئی طاقت آپ کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا نہ کر سکی۔ اس سلسلہ میں بارہا آپ کو سخت ترین امتحان سے گذرنا پڑا مگر ہر موقعہ پر کامیابی آکے قدم چومے اور مخالف قوتوں کو نامرادی و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔ اور یہ جو کسی نے کہا ہے کہ حضرت سعیدؒ کی جان اللہ تعالےٰ کی راہ میں ایک مکھی کی جان سے بھی زیادہ بے وقعت تھی۔ ... اس کی صداقت کا اندازہ کیجیئے۔

(۱) حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد بنو امیہ کی شامی حکومت کے خلاف حجاز میں ایک نئی حکومت قائم ہوئی جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن زبیر مشہور صحابی تھے۔ تمام وہ ملک اور شہر جو بنو امیہؔ سے نالاں تھے اس حکومت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس طرح اسلامی حکومت دو متوازی دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے زیر اثر علاقوں میں اپنے عامل مقرر کئے اور انہیں لوگوں سے اپنے حق میں بیعتِ خلافت لینے کی ہدایات جاری کیں۔ مدینہ منورہ پر جابر بن اسود کو گورنر مقرر کیا۔ اس نے لوگوں کو حضرت عبداللہؓ کے حق میں بیعت کرنے کی دعوت دی۔ تمام لوگ آمادہ ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ حضرت امام سعیدؒ سے کہا گیا تو بولے جب تک تمام اہل اسلام یا کم از کم اکثریت کا ان کی خلافت پر اتفاق نہیں ہو جاتا میں بیعت نہیں کروں گا۔ جابر نے ہر طرح کی ترغیب و ترہیب سے کام لیا مگر امام صاحب کسی طرح نہ مانے اور اپنی بات پر جمے رہے۔ جابر جو نشۂ حکومت سے چور تھا آپ کا یہ اصرار دیکھ کر جھنجھلا اٹھا اور امام موصوف کو ساٹھ تازیانے کی سزا دے کر جیل میں ڈال دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو پتہ چلا تو وہ جابر پر سخت ناراض ہوئے اور لکھا۔

مالنا ولسعید دعہ[1]

ہمیں سعید سے کچھ نہیں کہنا ہے انہیں چھوڑ دو اور ان سے کبھی تعرض نہ کرو۔

اسی جابر نے اپنی چوتھی بیوی کو طلاق دے کر اس کی عدت گذرنے سے پہلے ہی پانچویں سے

[1] تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۱ و طبقات ابن مسعود ج ۵ ص ۹۔

شادی کر لی تھی جو شرعاً ناجائز ہے جب امام موصوف کو تازیانے پڑنے لگے تو بولے جابر! چوتھی بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے پانچویں سے شادی کر کے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کے خود مرتکب ہوئے ہو اور بلا وجہ مجھے زدوکوب کرتے ہو یاد رکھو! چند ہی دن میں جو دل میں آئے کر گذرو تمہیں جلد ہی ناپسندیدہ حالات کا سامنا کرنا ہے چنانچہ یہی ہوا ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ حضرت عبد اللہ شکست کھا کر جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور جابر وغیرہ جاتے کہیں نظر نہ آئے [1]

(۲) جب عبد الملک بن مروان نے ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے اپنا ولیعہد مقرر کیا اور ان کے حق میں بیعت لینے کے لئے تمام اسلامی شہروں میں احکام بھیجے تو اس حکم کی تعمیل کے لئے حاکم مدینہ ہشام بن اسمٰعیل نے جسے ہر قسم کے تشدد کا اختیار حاصل تھا۔ لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر فقہاء مدینہ سلیمان بن یسار، عروہ بن زبیر اور سالم بن عبد اللہ جو آپ کے نظریہ (ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفے کی بیعت ناجائز ہے) سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ بیعت نہ کرنے کی صورت میں آپ کا مبتلائے مصیبت ہو جانا لازمی ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس ابتلا سے بچانے کے لئے آپ کے سامنے مندرجہ ذیل تین تجویزیں پیش کیں اور کہا آپ ان میں سے جس پر چاہیں عمل کر لیں۔ گورنر قبول کر لے گا اور خواہ مخواہ آپ سے بیعت لینے پر اصرار نہیں کرے گا۔

(۱) جب حاکم آپ کے سامنے بیعت کے لئے خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنائے تو آپ خاموش رہیں اور ہاں یا نہ کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت میں نہ لائیں۔ یا

(۲) چند روز کے لئے آپ مسجد میں آنا بند کر دیں جب گورنر آپ کو بلائے گا اور آپ موجود نہیں ہوں گے تو وہ چپ ہو رہے گا۔ یا

(۳) مسجد میں آپ اپنی روزمرہ کی جگہ بدل دیں۔ گورنر آپ کو آپ کی جگہ پر تلاش کرے گا جب آپ وہاں نہیں ہوں گے تو وہ آپ کو حاضر کرنے پر زور نہیں دے گا۔

آپ نے یہ تجاویز سن کر فرمایا پہلی تجویز کا مطلب یہ ہے کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور سمجھیں کہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ مجھے یہ ہرگز منظور نہیں ہے۔ دوسری تجویز بھی منظور نہیں۔ میں اپنے کانوں سے مؤذن کی آواز حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سن کر گھر نہیں بیٹھ سکتا۔ تیسری تجویز

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۱ ج ۵

اس لیئے ماننے کے لیئے تیار نہیں ہوں کہ جو جگہ چالیس سال سے میں نے اپنے لیئے مقرر کر رکھی ہے اسے مخلوق کے ڈر سے بدلنا گوارا نہیں ہے بخدا! میں اس سے ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہیں ہوں گا۔

جب آپ نے ان تجاویز کو ماننے سے انکار کر دیا تو فقہاء اٹھ کر چلے آئے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لیئے آپ آکر مسجد میں اپنی جگہ پر بیٹھ گئے نماز سے فارغ ہو کر گورنر نے آپکو بلایا اور کہا۔

امیر المومنین نے لکھا ہے اگر آپ بیعت نہ کریں تو آپ کا سر قلم کر دیا جائے آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت سے منع فرمایا ہے لہذا میں معذور ہوں جب آپ قتل کی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر بھی بیعت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہشام نے آپ کے ننگے بدن پر پچاس کوڑے لگوائے اور تشہیر کے لیئے مدینہ کی گلیوں میں گھمانے کا حکم دیا۔

آپ کے ننگے بدن پر کوڑے برستے دیکھ کر ایک عورت بولی ہائے! یہ کتنی رسوائی کی بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رسوائی نہیں ہے رسوائی وہ ہے جس سے بچنے کے لیئے ہم نے یہ ساری مصیبت جھیلی ہے۔ وہ دراصل دنیا اور آخرت دونوں جہاں کی رسوائی ہے[۱]

ہشام نے کوڑے لگوانے اور تشہیر کرانے کے بعد آپ کو جیل میں محبوس کر دیا۔ اور عبد الملک کو اپنی کارگذاری کی اطلاع دی جب عبد الملک کو خبر ہوئی تو اس نے ہشام کو سخت ڈانٹ پلائی، آپ کو رہا کرنے کا حکم دیا اور لکھا سعید تمہارے اس سلوک کی بجائے صلہ رحمی کے زیادہ مستحق تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کا یہ انکار کسی مخاصمت اور بغاوت پر مبنی نہیں ہے[۲]

(۳) ہشام نے تازیانے لگانے سے پہلے آپ کو اون کا جانگیہ پہنانے کا حکم دیا پولیس کا بیان ہے ہم جانتے ہیں کہ سعید جانگیہ پہننے کے لیئے کبھی تیار نہیں ہوں گے اس لیئے ہم نے کہا اے ابو محمد قتل کا وقت قریب ہے۔ بے پردگی سے بچنے کے لیئے جانگیہ پہن لو یہ سن کر آپ نے بخوشی جانگیہ پہن لیا۔ جب کوڑے لگ چکے تو ہم نے کہا آپ کو دھوکے سے جانگیہ پہنایا گیا ہے۔ آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا آپ نے فرمایا اے حکومت کے اہلکارو اگر مجھے قتل کا یقین نہ ہوتا تو میں اسے کبھی نہ پہنتا[۳]

(۴) خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو مکمل ہو چکی ہے۔ خلیفہ مدینہ میں آیا ہوا ہے اور مسجد کا معائنہ کرنا چاہتا ہے۔ پولیس کو حکم ملتا ہے کہ مسجد سے تمام لوگ نکال دیئے جائیں خلیفہ

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ص ۱۶۷ ج ۲ والبدایہ ص ۱۰۱ ج ۹ وابن خلکان ص ۲۰۷ ج ۱ [۲] البدایہ ص ۹۶ ج ۹ وطبقات ابن سعد ص ۹۳ ج ۵ [۳] حلیۃ الاولیاء ص ۱۷۱ ج ۲

کے حکم پر فوراً عملدرآمد ہوا اور سب لوگ مسجد سے نکال دیئے گئے۔ مگر حضرت سعید بن مسیب دو معمولی چادریں جن کی قیمت بمشکل روپیہ سوا روپیہ ہوگی زیب تن کئے نماز سے فارغ ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہیں۔ مدینہ کی پولیس ان کی طبیعت سے خوب واقف تھی وہ تو انہیں باہر نکالنے کی جرأت نہ کر سکی۔ کسی دوسرے شخص نے کہا خلیفہ مسجد کا معائنہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ تمام لوگ نکل گئے ہیں بہتر ہے کہ آپ بھی تھوڑی دیر کے لئے باہر تشریف لے جائیں۔ فرمانے لگے بخدا میں جس وقت اٹھا کرتا ہوں اس سے پہلے نہیں اٹھوں گا۔ اس نے کہا۔ اچھا جب خلیفہ آپ کے پاس سے گذرے تو اسے کھڑے ہو کر سلام کرنے کے لئے تیار رہیں بولے واللہ! میں خلیفہ کو سلام کرنے کے لئے کھڑا بھی نہیں ہوں گا۔ اتنے میں خلیفہ مسجد میں آگیا۔ اس وقت حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ وہ اس کو ادھر ادھر لئے پھرتے رہے تاکہ اس کی نظر آپ پر نہ پڑے اور اس طرف آنے سے پہلے آپ فارغ ہو کر باہر چلے جائیں۔ مگر دیوار قبلہ کا معائنہ کرتے وقت ولید کی نظر آپ پر پڑ گئی بولا وہ کون بیٹھا ہے؟ کیا یہ سعید بن مسیب تو نہیں ہیں؟ حضرت عمر بن عبد العزیز بولے جی ہاں وہی ہیں پھر ان کی طرف سے عذر کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں ورنہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوتے۔ بہت کمزور ہو گئے ہیں اور آنکھوں سے بھی بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ ولید بولا میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ میں خود ان کے پاس حاضر ہو کر سلام کروں گا۔ پھر وہ پھرتا پھراتا روضہ اقدس کے پاس آیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھیر کر حضرت سعید کے پاس پہنچا اور بولا کہیئے شیخ! مزاج کیسے ہیں؟ بخدا! آپ نے حرکت تک نہیں کی اور نہ خلیفہ کو سلام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کہا۔ الحمد للہ بخیریت ہوں۔ امیر المومنین کے مزاج کیسے ہیں؟ ولید نے کہا الحمد للہ اچھا ہوں یہ کہہ کر مسجد سے نکل گیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا یہ سلف کی یادگار ہیں[1]

ملوک و سلاطین سے تعلقات | آپ نے بہت سے خلفاء کا زمانہ پایا ہے۔ مگر تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آپ نے ان میں سے کسی سے مراسم اور تعلقات پیدا کئے ہوں۔ آپ کی طبع ملوک و سلاطین سے بالعموم اور بجز حضرت عمر بن عبد العزیز کے آل مروان سے بالخصوص سخت نفور تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے انہیں کبھی پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی خود جانا تو کجا ان کے بلانے پر بھی

[1] تاریخ طبری ص ۲۴۴ ج ۵۷

کبھی ان کے پاس نہیں گئے تھے اور نہ ان سے کبھی کسی طرح کی مطلب برآری کا خیال دل میں آنے دیا۔ یہی آپ کے استغناء کی سب سے بڑی وجہ ہے جس نے آپ کو ہمیشہ امراء و سلاطین کے سامنے نیاز مندی کی ذلت سے محفوظ رکھا۔

ایک دفعہ عبد الملک بن مروان نے حج کیا مدینے آیا تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک شخص کو آپ کے بلانے کے لئے بھیجا اور ہدایت کی کہ بداخلاقی سے پیش نہ آئے قاصد آیا اور کہا امیر المومنین دروازہ پر کھڑے ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا۔ نہ امیر المومنین کو مجھ سے کوئی حاجت ہے اور نہ مجھے امیر المومنین سے کوئی غرض ان کی مجھ سے جو حاجت ہے وہ کبھی پوری نہ ہوگی قاصد واپس آگیا اور خبر دی۔ عبد الملک نے کہا ان کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں صرف آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ قاصد آپ کے پاس آیا اور کہا امیر المومنین کی بات سنئے۔ آپ نے اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ اس پر قاصد بولا اگر امیر المومنین نے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں آپ کا سر لئے بغیر نہ جاتا۔ امیر المومنین آپ کے پاس بھیجتے ہیں کہ وہ آپ سے بات کریں تو آپ ایسی باتیں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر وہ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ میری بجائے تمہارے ساتھ کرے اور اگر وہ اس کے سوا کچھ اور کرنا چاہتا ہے تو میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا تا وقتیکہ اس نے جو فیصلہ کرنا ہے نہ کر لے۔ قاصد عبد الملک کے پاس آیا اور آگاہ کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ ابو محمد پر رحمت کرے انہوں نے محض سختی کی وجہ سے انکار کیا ہے۔[1]

جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہونے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ لوگ ایک بزرگ کے گرد جمع ہیں پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ سعید بن مسیب ہیں جب وہ ایک جگہ بیٹھ گیا تو امام صاحب کے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے آکر کہا چلئے! امیر المومنین بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سے میرا نام لینے میں غلطی ہوگئی ہے یا انہوں نے نہیں کسی اور کے پاس بھیجا ہوگا۔ جب قاصد نے واپس آکر خبر دی اور امام صاحب نہ آئے تو ولید یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور آپ کو اس بے اعتنائی کی سزا دینا چاہی۔ مگر اس وقت کچھ نیک لوگ موجود تھے کہنے لگے۔ امیر المومنین! یہ مدینہ کے بہت بڑے فقیہ، قریش کے بزرگ

---

[1] طبقات ابن سعد ص۹۵ ج۵

اور آپ کے والد کے دوست ہیں۔ آج سے پہلے کسی بادشاہ نے یہ طمع نہیں کی کہ وہ اس کے پاس آئیں غرض اسی طرح سمجھانے بجھانے سے وہ آپ کو سزا دینے کے خیال سے باز آیا۔[1]

عوام سے تعلقات امراء و سلاطین کی طرح عوام کے ساتھ بھی آپ کے مراسم کچھ زیادہ گہرے نہیں تھے۔ کاروبار کے لئے منڈی جانے کے سوا آپ کسی کے گھر آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ فرصت کا وقت اپنے گھر گذارتے تھے یا پھر نماز و عبادت اور تعلیم و تدریس کے لئے مسجد نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ میں مدینہ میں اپنے گھر کے سوا بھول کر بھی کبھی کسی کے گھر نہیں گیا۔ ہاں گاہے گاہے اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے اس کے گھر جاتا ہوں اور اس کو السلام علیکم کہتا ہوں۔[2] آپ کے داماد کثیر بن ابی وداعہ کا بیان ہے کہ چالیس سال سے کسی نے آپ کو اپنے گھر اور مسجد کے سوا کہیں آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔[3]

ہمدردی اور خیر خواہی اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو کسی سے کوئی ہمدردی ہی نہیں تھی اور نہ کسی کی خیر خواہی اور اصلاح سے کوئی واسطہ! محض اپنے ہی مفاد سے غرض تھی اور بس۔ نہیں نہیں اس کے برعکس آپ یتیموں، بیواؤں اور بے کسوں کے محسن، جاہلوں اور ناواقفوں کے راہ نما اور گنہگاروں اور خطاکاروں کے پردہ پوش تھے۔ ہزارہا بندگانِ خدا کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے ہر طرح کا فیض حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ شرابیوں اور بھنگیوں تک آپ کی تربیت سے محظوظ ہوئے۔ عبدالرحمان بن حرملہ کہتے ہیں ایک دن میں صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلا تو راستہ میں مجھے ایک شرابی مستی کی حالت میں ملا۔ میں اسے کھینچ کر اپنے گھر لے آیا۔ پھر حضرت سعید سے پوچھا اگر کوئی شخص کسی شرابی کو بے ہوش پائے تو حد لگوانے کے لئے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کرے یا نہیں، فرمانے لگے جب تک تم سے ہو سکے اس کو اپنے کپڑے میں چھپاؤ اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ نماز سے فارغ ہو کر میرے گھر واپس آنے تک وہ شرابی ہوش میں آ چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر شرمایا اور آنکھیں نیچی کر لیں۔ میں نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی اگر آج پکڑے جاتے اور حد لگ جاتی تو تم جیتے جی مر جاتے اور لوگ کبھی تمہاری شہادت قبول نہ کرتے۔ اس نے وعدہ کیا واللہ! میں آج کے بعد کبھی شراب

---

[1] طبقات ابن سعد ج۵ ص۹۵ [2] طبقات ابن سعد ج۵ ص۹۵ [3] حلیۃ الاولیاء ج۲

نہیں پیوں گا۔ چنانچہ اس کی حالت بہتر ہوگئی اور اس کے بعد اس نے کبھی شراب نہیں پی۔[1]

ایک قابلِ تقلید مثال ملوک پرستی اور شاہنوازی کے خلاف آپ نے غریب پروری کی ایک ایسی بے نظیر مثال قائم کی ہے جو سنہری حروف کے ساتھ لکھے جانے کے قابل ہے اور اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اسے اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام صاحب کی ایک نہایت حسین وجمیل صاحبزادی تھی جسے خالقِ کائنات نے بڑی فراخ دلی سے حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حسنِ سیرت سے بہرہ وافر عطا کیا تھا۔ وہ کتاب اللہ کی حافظ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور شوہر کے حقوق وآداب سے پوری پوری واقف تھی۔ خلیفہ عبدالملک نے اس کے صوری و معنوی کمالات کا حال سنکر اسے حاصل کرنا چاہا اور امام صاحب کے پاس اپنے بیٹے ولید کے لئے جو اس کا ولی عہد بھی تھا اس لڑکی کے رشتہ کا پیغام بھیجدیا۔ یقیناً ایک طالبِ دنیا کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں کہ روئے زمین کا بادشاہ اس سے رشتہ لینے اور اس کے ساتھ قرابت پیدا کرنے کے لئے بے قرار ہو۔ اگر آپ چاہتے تو خلیفہ کی درخواست قبول فرما کر اپنے عز وجاہ میں عظیم الشان اضافہ کر سکتے تھے مگر جتنی خلیفہ کو رغبت تھی اتنا ہی کمال بے اعتنائی کے ساتھ آپ نے اس کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور اپنی اس صاحبزادی کا نکاح ایک مفلس اور نادار طالب علم سے ایسے سادہ اور بے تکلف طریقہ سے کر دیا جس کی نظیر صفحاتِ تاریخ میں اگر ملنی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آپ کے داماد کی زبانی سنیئے اور اندازہ فرمایئے کہ آج کی مادی دنیا میں اس کی مثال ملنی ممکن ہے؟

کثیر بن ابی وداعہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سعید بن مسیب کے حلقۂ درس میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر بیوی کی وفات کی وجہ سے چند دن غیر حاضر رہا پھر جب کچھ دنوں کے بعد حاضر ہوا تو پوچھنے لگے اتنے دن کہاں رہے؟ میں نے عرض کیا میری بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اس لئے مجبوراً اتنا عرصہ ناغہ کرنا پڑا۔ فرمانے لگے اگر ہمیں اطلاع کی ہوتی تو ہم بھی اس کے جنازے میں شریک ہو جاتے۔ پھر جب میں جانے لگا تو پوچھا دوسری شادی کا بندوبست ہوا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا اب میرے جیسے قلاش اور مفلس کو رشتہ کون دے گا۔ میرے پاس تو دو تین درہم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے فرمانے لگے

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۰۱ ج ۵

اگر میں رشتہ دے دوں تو تمہیں پسند ہے؟ میں نے کہا اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور کیا ہو گی چنانچہ آپ نے اسی مجلس میں خطبہ مسنونہ پڑھا اور دو درہم (آٹھ آنہ) مہر کے عوض اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ جب میں فارغ ہو کر باہر نکلا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی بے انتہا مسرت و شادمانی کی وجہ سے مجھے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ میں کیا کروں، میں گھر آیا اور سوچتا تھا کہ ازدواجی مصارف پورا کرنے کے لئے کس سے قرض لوں۔ اسی ادھیڑبن میں دن گذر گیا۔ میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے کہا کون صاحب ہیں؟ جواب آیا سعید۔ میں حضرت سعید بن مسیب کے علاوہ ہر اس شخص کے متعلق سوچنے لگا جس کا نام سعید تھا کہ یہ کون سعید ہے؟ حضرت سعید کی طرف میرا خیال اس لئے نہیں گیا کہ چالیس سال سے کسی نے ان کو اپنے گھر اور مسجد کے سوا کہیں آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حضرت سعید بن مسیب کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے تکلیف کیوں اٹھائی؟ مجھے پیغام بھیجدیا ہوتا۔ میں حاضر خدمت ہو جاتا فرمانے لگے نہیں میرا ہی حق آنے کا تھا۔ میں نے سوچا تم نے شادی کی ہے تمہارا اکیلا رات رہنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے تمہاری اہلیہ کو تمہارے پاس چھوڑنے آیا ہوں۔ وہ آپ کے پیچھے کھڑی تھی۔ اسے دروازے میں دھکیل کر خود واپس چلے گئے میں نے چھت پر جا کر اپنے پڑوسیوں کو آواز دی وہ آئے اور بلا وقت بلانے کا سبب پوچھا میں نے کہا حضرت سعید بن مسیب نے اپنی صاحب زادی کا میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے۔ اور اب وہ کسی کو اطلاع کئے بغیر میرے گھر چھوڑ گئے ہیں اور وہ اس وقت میرے مکان میں بیٹھی ہے ہمسائے یہ سن کر میرے گھر میں جمع ہو گئے اور اس طرح خاموش شادی پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ میری والدہ کو پتہ چلا تو وہ آئیں اور کہنے لگیں جب تک تین دن تک میں اس کا بناؤ سنگار نہ کر لوں اگر تم اس کے قریب گئے تو میں کبھی تمہارا منہ نہ دیکھوں گی۔ چنانچہ جب میں تین دن کے بعد اپنی بیوی سے ملا تو اسے بے حد حسین، کتاب اللہ کی حافظہ۔ سنت رسول اللہ کی عالم اور شوہر کے حقوق سے بڑی باخبر پایا۔ شادی کے بعد ایک مہینہ تک نہ آپ میرے گھر تشریف لائے اور نہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکا۔ پھر میں ایک دن ان کے پاس گیا اس وقت آپ حلقۂ درس میں حدیث شریف پڑھانے میں مصروف تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور بدستور

پڑھانے میں مصروف رہے۔ جب سبق ختم ہونے پر تمام حاضرین چلے گئے تو سوائے میرے مجلس میں کوئی باقی نہ رہا تو مجھ سے پوچھا اس انسان کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا جناب اب سب ٹھیک ہے دوستوں کے لئے خوشی اور دشمنوں کے لئے غیظ وحسد کا باعث ہے۔ فرمانے لگے اگر کجروی معلوم کرو تو ڈنڈے سے خبر لینا۔ میں گھر واپس آیا تو آپ نے بیس ہزار روپیہ ہمارے لئے بھیجدیا۔

یہ وہی لڑکی ہے جس کا رشتہ عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید کے لئے طلب کیا تھا اور امام صاحب کے انکار پر وہ ناراض ہوگیا تھا۔ پھر طرح طرح کے بہانے کرکے آپ کو سو بید کی سزا دی تھی اور سخت جاڑے کے موسم میں آپ کے بدن پر سرد پانی ڈلوایا تھا[1]

اعلانِ حق | مطلب بن سائب کا بیان ہے میں ایک دن امام سعید کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا تھا۔ بنو مروان کا ہرکارہ قریب سے گذرا۔ آپ نے پوچھا تم بنو مروان کے قاصد ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ان کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا میں نے انہیں بہتر حالت میں چھوڑا ہے۔ آپ کہنے لگے نہیں تم نے ان کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ کتوں کو کھلاتے ہیں اور انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں یہ سنتے ہی قاصد آنکھیں نکال کر اور سینہ تان کر آپ کی طرف بڑھا۔ میں درمیان میں حائل ہوگیا اور بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر اسے الگ کیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے کہا اللہ تعالےٰ آپ کو معاف فرمائے آپ کیوں ناحق اپنی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ فرمانے لگے احمق! چپ رہو بخدا! جب تک میں خدا کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہوں وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا[2]

ایک دفعہ ایسے ہی اعلانِ حق کے جرم میں مسلم بن عقبہ نے آپ کو قتل کردینا چاہا تو عمرو بن عثمان اور مروان بن حکم نے آپ کے دیوانہ ہونے کی شہادت دی تب کہیں جا کر اس نے آپ کی گلو خلاصی کی[3]

اعلےٰ اخلاق اور مخالفین کے حق میں دعا | جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں خلفاء بنو مروان کے ساتھ آپ کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ انہوں نے آپ کے استخفاف اور توہین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بارہا قید وبند اور مار پیٹ کے مصائب آپ پر نازل کئے مگر آپ کا اعلےٰ کردار

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۱۶۷ تاریخ ابن خلکان ج۱ ص۲۰۷ [2] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵۲ [3] ایضاً

اور بلند اخلاق ملاحظہ کیجئے۔ کہ جب انہوں نے آپ کو لوگوں کی ہم کلامی سے منع کیا تو آپ نے اس پر پورا پورا عمل کر دکھایا جب کوئی شخص آپ کے پاس آنا چاہتا تو آپ فرماتے میرے پاس مت بیٹھو۔ انہوں نے مجھے تازیانے لگائے ہیں اور لوگوں کو میرے پاس بیٹھنے اور کلام کرنے سے منع کر دیا ہے[۱] چنانچہ ابو یونس کہتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ کو لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ حکومت نے آپ کو لوگوں کی ہمنشینی سے منع کر دیا ہے اسی لئے آپ علیحدہ بیٹھے ہیں[۲]

ابو بکر بن عبداللہ کہتے ہیں جب آپ سے بنو امیہ کے بارہ میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے میں ان کے متعلق وہی کہتا ہوں جو میرے رب نے کہنے کا حکم دیا ہے۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین

سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا

غلاً للذین اٰمنو ربنا انک رؤف

رحیم (۱۰ - ۵۹)[۳]

ملفوظات آپ سے بکثرت ملفوظات طیبات منقول ہیں جو اپنے اندر تاریک دلوں کو روشن اور دیدہ عبرت وا کرنے کا کافی مواد رکھتے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) بندوں کے لئے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی طرح حصولِ عزت کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور نہ اس کی نافرمانی جیسی ذلیل کرنے والی کوئی چیز ہے[۴]

(۲) جب کسی طرح شیطان انسان کو گمراہ کرنے سے عاجز آ جاتا ہے تو اس کے لئے عورتوں کی طرف سے فتنہ کا دروازہ کھول دیتا ہے[۵]۔ فرمایا کرتے تھے میری عمر اسی سال کو پہنچ گئی ہے مگر جتنا خطرہ مجھے عورتوں سے ہے کسی دوسری چیز سے نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو محمد آپ جیسا آدمی تو عورتوں سے رغبت نہیں رکھتا اور نہ ہی عورتیں آپ کو چاہتی ہیں فرمانے لگے یہ صحیح ہے مگر بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں[۶]

(۳) جب انسان اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے دوسروں سے بے نیاز ہو جائے تو لوگ اسکے محتاج ہو جاتے ہیں[۷]

(۴) دنیا ذلیل ہے اور ہر ذلیل کی طرف مائل ہے۔ اس سے زیادہ ذلیل وہ ہے جو اسے ناجائز

---

[۱] طبقات کبریٰ شعرانی ج۱ ص۲۶ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵۲ [۳] ابن سعد ج۵ ص۵۶ [۴] البدایہ ج۹ ص۱۰۰ [۵] الیضاً [۶] طبقات ابن سعد ج۵ ص۱۰۱ [۷] البدایہ ج۹ ص۱۰۱

ذرائع سے حاصل کرتا ہے اور ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے۔[1]

(۵) ہر شریف، ہر عالم اور ہر صاحب فضل میں کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے لیکن جس کی خوبیاں عیوب سے زیادہ ہوں اس کے عیب ذکر نہیں کرنے چاہئیں بلکہ اس کے فضائل کو دیکھ کر اس کے نقائص سے درگزر کرنا چاہیئے[2]

(۶) ظالموں اور ان کے اعوان و انصار کو آنکھ بھر کر نہ دیکھو اگر دیکھنا پڑے تو دل میں ان سے نفرت کرو تاکہ تمہارے اعمال صالحہ ضائع نہ ہو جائیں[3]

(۷) اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز گرامی قدر اور عظیم المرتبہ ہے لہذا قرآن حکیم اور مسجد کو تصغیر کے ساتھ مُصَیْحِف (چھوٹا سا قرآن) اور مُسَیْجِد (چھوٹی سی مسجد) مت کہو[4]

(۸) اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے اعمال پر پردہ ڈالتا ہے جب کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے پردہ سے نکال دیتا ہے اور اس کے عیب لوگوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں[5]

(۹) بنو لیث کے چند نوجوان عبادت میں بڑے تیز گام تھے۔ دوپہر کے وقت مسجد میں آجاتے اور عصر کی نماز سے فارغ ہونے تک فرائض و نوافل میں مصروف رہتے۔ کسی شاگرد نے امام صاحب سے کہا عبادت تو ایسی ہونی چاہیئے، کاش ہم بھی ان نوجوانوں کی سی عبادت کر سکتے۔ آپ نے فرمایا عبادت یہ نہیں ہے عبادت دین میں تفقہ اور نشانات قدرت میں کامل غور و فکر کا نام ہے[6]

(۱۰) مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کی یہی امداد کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو مصیبت میں مبتلا دیکھے جس سے وہ محفوظ ہے[7]

اولاد آپ صاحب اولاد تھے آپ کی ایک حسین و جمیل اور عالمہ فاضلہ لڑکی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور ایک لڑکا محمد نامی علم الانساب کا بڑا ماہر تھا۔ ابن العماد حنبلی نے اس کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے آپ کی اور اولاد بھی تھی مگر تلاش کے باوجود ان دو بہن بھائیوں کے سوا کسی کا پتہ نہیں چل سکا۔

تلامذہ آپ سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل کیا ان میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعین اور اتباع تابعین شامل ہیں۔ مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ کا صاحبزادہ محمد، سالم بن عبداللہ، امام ابن شہاب زہری، امام مکحول شامی، امام قتادہ، عمرو بن مرہ، ابو الزناد، سعد بن ابراہیم، یحییٰ بن سعید انصاری، داؤد بن ابی ہند، طارق بن عبدالرحمان، عبدالحمید بن جبیر

[1] البدایہ ج ۹ صفحہ ۱۰۲ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] طبقات کبریٰ للشعرانی ج ۱ صفحہ ۲۶ [6] ایضاً [7] حلیۃ الاولیاء ج ۲ صفحہ ۱۶۲ [8] صفۃ الصفوہ ج ۲ صفحہ ۴۴

محمد بن منکدر، امام ابو جعفر باقر اور ہاشم بن ہاشم وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مرض الموت اور وفات آپ کافی عرصہ بیمار رہے جس کی وجہ سے نقاہت بہت بڑھ گئی تھی اور غشی کے دورے بھی پڑنے لگے تھے۔ نافع بن جبیر بیمار پرسی کے لئے آئے تو اس وقت آپ پر غشی طاری تھی۔ انہوں نے کہا آپ کی چارپائی قبلہ رخ کر دو چنانچہ وہ قبلہ رخ کر دی گئی جب ذرا ہوش میں آئے تو فرمایا میری چارپائی قبلہ رخ کرنے کا کس نے حکم دیا ہے کیا نافع بن جبیر نے کہا ہے؟ نافع نے عرض کیا جی ہاں میں نے ہی کہا تھا فرمایا اگر میں قبلہ پر نہیں اور اسلام کو تسلیم نہیں کرتا تو قبلہ رخ کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ جب میں مسلمان ہوں تو پھر جدھر بھی میرا منہ ہو وہ اللہ کی طرف ہی ہے[1]

عبد الرحمان بن حرملہ فرماتے ہیں میں آپ کی بیمار پرسی کے لئے گیا اس وقت بیماری کا سخت حملہ ہو رہا تھا بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سکت نہیں تھی چت لیٹ کر آپ نے نماز پڑھنی شروع کی جس میں میں نے آپ کو والشمس وضحاہا پڑھتے سنا۔ رکوع وسجود کے وقت اپنے سر کے ساتھ سینے کی طرف اشارہ کرتے تھے اور پیشانی کی طرف کوئی چیز نہیں اٹھاتے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھنے کے قابل نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھ لے اور اپنے سر کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے[2]

وفات سے پہلے آپ نے یہ وصیت فرمائی میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔ میرے نیچے سرخ چادر نہ ڈالنا۔ میری میت کے ہمراہ آگ نہ لے جانا۔ میرے جنازے میں شرکت کیلئے کسی کو اطلاع نہ دینا چار آدمی کافی ہیں جو مجھے میرے رب تک پہنچا دیں۔ کسی ثناگو کو ساتھ نہ لینا جو میرے وہ صفات بیان کرے جو مجھ میں نہیں پائے جاتے مجھے بخور دینے کے لئے انگیٹھی ہمراہ نہ ہو اگر میں گناہ سے پاک ہوں تو اللہ تعالے کی خوشبو اس خوشبو سے بہتر ہے[3]

وفات کے وقت آپ کے پاس دو یا تین ہزار دینار تھے فرماتے تھے میں نے اپنا دین اور اپنی عزت بچانے کے لئے ان کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا[4]

۷۰ سال عمر پاکر ۹۴ھ کو ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں عالم اسلام کا یہ نیر اعظم قریباً نصف صدی تک علم وعرفان کی روشنی پھیلانے کے بعد مدینہ منورہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ میں ۹۴ھ کو "سنۃ الفقہاء" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ اس سال بڑے بڑے نامی گرامی فقہاء دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم بالا کو سدھار گئے تھے تغمدھم اللہ تعالٰے برحمتہ الکاملۃ الشاملۃ الواسعۃ ووفقنا بحبھم ووفقنا اتباعھم

---

[1] ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۵ [2] ایضاً ج ۵ ص ۱۰۴ [3] ایضاً ج ۵ ص ۱۰۵ [4]